

قطعات

مرزا محمود سرحد

قطعه: قطعہ عربی کا لفظ ہے جس کا مطلب کاٹنا یا ٹکڑے کرنا ہے۔ لفظ ”قطعہ“ اسی سے بنا ہے جس کا مطب ہے کاٹا ہوا کوئی حصہ یا ٹکڑا۔ قطعہ کی جمع قطعات ہے۔ اصناف سخن میں قطعہ ایسی چار مصرعوں کی نظم کو کہتے ہیں یا ایسے چار مصرعوں کو کہتے ہیں جن میں شاعر کوئی مکمل پیغام دے۔ قطعات میں شاعر مختلف موضوعات بیان کرتے ہیں اور آسان اور سلیس زبان میں اپنا پیغام قاری تک پہنچاتے ہیں۔

پہلا قطعہ

تمام زر کے کرشمے ہیں آج دنیا میں

شریف کوئی نہیں ہے، ذلیل کوئی نہیں

جو اپنی آپ کفالت نہ کر سکے محمود

تو جان لیجیے اس کا کفیل کوئی نہیں

تشریح: مرزا محمود سرحدی اس قطعہ میں معاشرتی حقائق کو ذہن میں رکھتے ہوئے معاشرے کی اس سوچ پر تنقید کر رہے ہیں کہ آج کے معاشرے میں نہ تو کوئی خاندانی شریف ہے اور نہ ہی کوئی برا۔ آج کے دور میں دولت ہی کو شرافت کا معیار سمجھا جاتا ہے۔ جس کے پاس مال و دولت ہے وہ باعزت اور شریف سمجھا جاتا ہے اور یہ کوئی نہیں دیکھتا کہ اس نے دولت کیسے کمائی ہے۔ شاعر بتا رہے ہیں آج کا معاشرہ ماڈھ پرست ہے۔ دوسرے شعر میں شاعر ان لوگوں پر تنقید کر رہے ہیں جو اپنی ذمہ داری خود نہیں اٹھاتے اور دوسروں پر بوجھ بنتے ہیں اور دوسروں کی مدد کے محتاج رہتے ہیں۔ شاعر بتا رہے ہیں کہ معاشرے میں ایسے لوگوں کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ دوسرے شعر میں شاعر یہ بھی بتا رہے ہیں کہ وہ لوگ جو غربت کی چکی میں پستے ہیں ان کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ دنیا میں اللہ کے سوا ایسے لوگوں کا کوئی سہارا نہیں ہوتا۔

دوسرا قطعہ

کبھی تو ان کی حسینوں سے شکل ملتی ہے
 کبھی پناہ گزینوں سے شکل ملتی ہے
 خدا کی شان سے ہیں وہ مرے وطن کے جواں
 کہ جن کی پردہ نشینوں سے شکل ملتی ہے

تشریح: اس قطعہ میں شاعر نے ان نوجوانوں پر طنز کیا ہے جو فیشن پرست ہیں اور مغربی ثقافت سے متاثر نظر آتے ہیں۔ شاعر بتا رہے ہیں آج کے دور کے نوجوان کو دیکھ کر یہ سمجھ نہیں آتا ہے کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی۔ شاعر اس شعر میں نوجوانوں کے لمبے بالوں، کانوں میں جھومتی بالیوں، ان کے لباس اور چال ڈھال کو دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ کوئی حسینہ یا کوئی جوان۔ ان نوجوانوں کے لمبے لمبے گندے بالوں اور فیشن زدہ غلیظ لباس کو دیکھ کر یہ غلطی فہمی پیدا ہوتی ہے کہ یہ مجبور انسان شاید کوئی پناہ گزین ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ وہ نوجوان جن کی شکل پردہ نشینوں یعنی لڑکیوں سے ملتی ہے وہ بد قسمتی سے ہمارے ملک کے نوجوان ہیں۔ شاعر ان فیشن پرست اور مغربی ثقافت سے مرعوب نوجوانوں پر افسوس کر رہے ہیں۔

تیسرا قطعہ

جس کا بس چلتا نہیں بیوی پہ گھر میں آج کل
 باہر آکر کوستا ہے پہلے پاکستان کو
 اس قدر ہو جائے جس کی پست ذہنیت تو پھر
 فوقیت حاصل ہے اس انسان پر حیوان کو

تشریح: اس شعر میں شاعر ان کمزور اور ذہنی طور پر پست لوگوں کی نفسیات بیان کر رہے ہیں کہ جن پر جب کوئی مشکل اور پریشانی آتی ہے تو وہ سارا غصہ کسی ایک پر نکالتے ہیں۔ شاعر بتا رہے ہیں کہ اب پاکستانیوں میں جذبہ حب الوطنی ختم ہو رہا ہے۔ وہ لوگ جو گھر میں اپنی بیویوں کو قابو نہیں کر سکتے وہ بھی باہر آکر ہر بات کا الزام پاکستان اور یہاں کے نظام اور حکمرانوں پر لگاتے ہیں۔ شاعر ایسے لوگوں پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسے لوگ جو ہر بات پر اپنے ملک کو ذمہ دار ٹھہرائیں اور اپنے ملک کے بارے میں غلط سلط باتیں کریں، ایسے لوگوں سے تو جانور بھی بہتر ہیں کیوں کہ جانوروں میں وفاداری ہوتی ہے۔

چوتھا قطعہ

قائم کچھ ایسے لوگوں کا دنیا میں ہے وقار

دنیا کچھ ایسے لوگوں پہ کرتی ہے اعتبار

دکھلائیں جا کے چوروں کو جو نقب کا مقام

اور مالک مکان سے کہہ دیں کہ ہوشیار

تشریح: اس قطعہ میں شاعر نے ان لوگوں کی حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے جن کے ظاہر اور باطن میں فرق ہوتا ہے۔ لوگوں کے جھوٹ اور دھوکے کا ذکر کیا ہے۔ شاعر نے منافقت کی بات کرتے ہوئے کہا کہ معاشرے میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو ظاہر میں تو ہمارے دوست اور مخلص دکھائی دیتے ہیں لیکن اصل میں وہ ہمارے چھپے ہوئے دشمن ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو راہ نمابن کر غلط راستہ دکھاتے ہیں اور دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس قطعہ میں شاعر نے مشہور ضرب المثل کو بیان کیا ہے کہ ”چور سے کہو کہ چوری کرے اور شاہ سے کہو کہ جاگتے رہو۔“

پانچواں قطعہ

نوکری کے لیے اخبار کے اعلان نہ پڑھ

جان پہچان کی باتیں ہیں، کہا مان، نہ پڑھ

جن کو ملنی ہو انہیں پہلے ہی مل جاتی ہے

بس دکھاوے ہی کے ہوتے یہ فرمان، نہ پڑھ

تشریح: شاعر نے اس قطعہ میں معاشرے کے ایک المیہ کو بیان کیا ہے کہ ہمارے ملک میں بے روزگاری بڑھتی جا رہی ہے اور پڑھے لکھے نوجوان نوکری کی تلاش میں مارے مارے پھرتے نظر آ رہے ہیں تو دوسری طرف نوکری صرف ان لوگوں کو ملتی ہے جن کے پاس سفارش ہوتی ہے۔ بغیر سفارش اور ذاتی مراسم کے نوکری حاصل کرنا ممکن نہیں۔ اس لیے شاعر کہہ رہے ہیں کہ نوکری کے لیے اخبارات میں آنے والے اشتہارات صرف رسمی ہوتے ہیں اس لیے ان اشتہارات کو پڑھنے میں اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ نوکریاں صرف انہیں دی جاتی ہیں جن کے پاس سفارش یا جان پہچان ہوتی ہے۔ قابلیت اور لیاقت کی کوئی اہمیت نہیں۔ شاعر اس بات پر افسوس کر رہے ہیں کہ سفارش نہ ہونے کی وجہ سے قابل اور اہل نوجوان پیچھے رہ جاتے ہیں اور نا اہل لوگوں کو اعلیٰ عہدے حاصل ہو جاتے ہیں۔

چھٹا قطعہ

بے خبر! اب تو ہے دولت ہی شرافت کا نشان

لوگ پہلے کبھی تحویلِ نسب کرتے تھے

اب تو شاگردوں کا استاد ادب کرتے ہیں

سننے ہیں ہم، کبھی شاگرد ادب کرتے تھے

تشریح: اس قطعہ میں مرزا محمود سرحدی نے اس دکھ اور افسوس کا اظہار کیا ہے کہ بدلتے وقت نے ہماری اخلاقی اقدار اور روایات کو بھی تبدیل کر دیا ہے۔ شاعر معاشرے کے لوگوں پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج کے دور میں جس پاس دولت ہے لوگ اسے عزت دار سمجھتے ہیں اور جو غریب ہے اس کی کوئی عزت نہیں۔ آج کے لوگ ماڈہ پرست ہیں۔ ایک وقت ایسا تھا جب لوگوں کے کردار، اخلاق، عمل اور اچھے رویوں کو شرافت اور عزت کا معیار سمجھا جاتا تھا مگر آج کے دور میں دولت ہی سب کچھ ہے۔ دوسرے شعر میں شاعر اس بات پر دکھ کا اظہار کر رہے ہیں کہ ایک زمانہ وہ تھا جب طالب علم استاد کی عزت کرتے تھے کیوں کہ اس وقت طالب علم حقیقت میں علم کے طالب اور خواہش مند تھے، مگر آج کے ماڈی دور میں تعلیم صرف ڈگریاں حاصل کرنے کے لیے حاصل کی جاتی ہے تاکہ پڑھ لکھ کر دولت کمائی جاسکے۔ آج کے دور میں تعلیم ایک کاروبار بن گیا ہے، تعلیم کے ساتھ اب بچوں کی تربیت نہیں کی جاتی اس لیے اب طالب علم اساتذہ کی عزت اور احترام نہیں کرتے۔ آج کے معاشرے میں شرافت، تعلیم اور تربیت کے معیار بدل چکے ہیں اور اب صرف دولت اور پیسے ہی کو اہمیت دی جاتی ہے۔